عقل کے فوائد اور عقل اور نفس کے مزاج میں فرق

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی شیخ التفسیر جامعہ اشرفیہ۔ لاہور

(قسط دوم)

عقل کی فضیلت اور اُس کی حقیقت تو بیان ہو چکی ہے اور اس کی اقسام اور محل و تنوع کا بھی بیان ہو چکا، یعنی یہ کہ عقل کتنی قسم کی ہوتی ہے اور جسم انسانی میں اس کی جگہ کہاں ہے۔ اب یہ سمجھنا چاہئے کہ عقل کا فائدہ کیا ہے۔ عقل کے فائدے تو بے شمار ہیں جن میں سے اکثر و بیشتر سب کو معلوم بھی ہیں، مگر عقل کا اصل فائدہ بلکہ سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس کی وجہ سے انسان میں خدا کے خطاب کی صلاحیت اور قابلیت پیدا ہو جاتی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اس سے خطاب فرمائے تو وہ اس کو سمجھ سکے۔ خدا تعالیٰ نے انسان کو عقل دی کہ وہ اس کے احکام کو سمجھ سکے اسی لئے حق تعالیٰ کے احکام اور اس کا خطاب انسانوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ شجر و حجر اور جمادات اور حیوانات سے خطاب نہیں فرماتا۔ کیونکہ ان میں اتنی عقل ہی نہیں کہ وہ اس کے خطاب کو اور اس کے احکام کو سمجھ سکیں دوسرے عنوان سے اس کو یوں سمجھئے کہ عقل کی وجہ سے انسان حقوق العباد اور حقوق اللہ کے ادا کرنے کے قابل ہو جاتا ہے چنانچہ مجنون انسان سے نہ کوئی حق العباد وابستہ ہے نہ اُس سے کوئی حق اللہ متعلق ہے نہ اُس سے کوئی مدح کرتا ہے۔ نہ شکر کرتا ہے۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ انسان بھی عجیب ناداں واقع ہوا ہے۔ کہ جب خدا تعالیٰ کے احکام اس کو پہنچتے ہیں تو وہ اس پر شاق گزرتے ہیں، مگر یہ نہیں سوچتا سمجھتا کہ خدا تعالیٰ نے اس کو کتنی عزت بخشی ہے۔ کہ اس سے خطاب فرما رہے ہیں، شجر و حجر سے تو خدا تعالیٰ کوئی خطاب نہیں فرماتا۔ اس ظلوم و جہول کی اوامر و نواہی کی مشقت پر نظر ہے۔ مگر اس عزت اور سرفرازی پر نظر نہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی ہے کہ اس کو اپنے کلام کا مخاطب بنایا۔ بغرض عقل نعمت عظمیٰ اور سرمایۂ عزت و سربلندی ہے کہ اس کی وجہ سے انسان خدائے تعالیٰ کے خطاب کے قابل ہو جاتا ہے۔ اور عقل ہی کی بنا پر انسان دنیا میں بادشاہوں کے خطاب کا بھی مستحق ہوتا ہے قرآن مجید میں ایک آیت ہے۔

وَمَا يَعْقِلُهَا اِلَّا الْعَالِمُوْنَ — اور اس کو عالم ہی سمجھتے ہیں

بعض علماء کا قول ہے کہ انسان کے نام جو اللہ تعالیٰ کے احکام آئے تو ان کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی شخص بالکل اندھیرے میں بیٹھا ہوا ہو اور اس اندھیرے میں اس کے پاس بادشاہ وقت کا فرمان پہنچے۔ تو اب اس کو یہ حسرت ہوگی کہ کاش اس وقت میرے پاس کوئی چراغ یا کوئی روشنی کا سامان ہوتا تاکہ میں اس فرمان کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا۔ اسی طرح انسان کی عقل بمنزلہ چراغ کے ہے کہ انسان اس کی روشنی میں خدا تعالیٰ کے احکام کا مطالعہ کر رہا ہے جیسا کہ میں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو عقل کی دولت دی ہے۔ وہ سب سے بڑی دولت ہے اس سے بڑھ کر اور کوئی نعمت نہیں، اور یہ دولت صرف دنیا ہی میں نہیں بلکہ دنیا اور آخرت دونوں میں سب سے بڑی نعمت ہے اور اس نعمت کی یہ خصوصیت ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس میں ایک تدریج کی شان

دکھی یعنی دفعتاً اور ایک دم سے یہ دولت عطا نہیں فرما دیتے۔ بلکہ رفتہ رفتہ اور آہستہ آہستہ چنانچہ دیکھئے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے، تو اس میں خدا تعالیٰ کی طرف سے تمام صلاحیتیں رکھی جاتی ہیں حواس خمسہ وغیرہ اور عقل، غرض ہر چیز کی صلاحیت ہوتی ہے اور جوں جوں بچہ پرورش پاتا ہے اور بڑھتا رہتا ہے عقل بھی بڑھتی رہتی ہے۔ حتیٰ کہ اٹھارہ برس کی عمر میں جاکر انسان کی عقل مکمل ہو جاتی ہے اور اس کے بعد ہی یعنی بلوغ کے بعد ہی انسان مکلف یعنی خدا تعالیٰ کے احکام کا مخاطب ہوتا ہے، وجہ یہ ہے کہ بلوغ کے بعد ہی انسان کا جسم اور اس کی عقل پایۂ تکمیل کو پہنچتے ہیں اس تدریج میں جو مصلحتیں اور حکمتیں ہیں وہ پوری طرح تو خدا ہی کو معلوم ہیں مگر انسان کو اگر کوئی چیز یکلخت مل جاتی ہے۔ تو وہ مغرور ہو جاتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ ساری طاقتیں بتدریج عطا فرمائیں اور کبھی کبھی بیماری وغیرہ سے ان میں خلل بھی واقع ہوتا رہتا ہے تاکہ انسان مغرور نہ ہو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بتانا مقصود ہے کہ عقل کی باگ ڈور خدا ہی کے ہاتھ میں ہے کہ جو بتدریج عطا ہو رہی ہے۔ حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ کی مجلس میں یورپ کی ظاہری ترقی کا ذکر تھا۔ کہ اُن لوگوں نے عجیب عجیب ایجادات کی ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اس کی تمام ترقی کا دار و مدار عقل پر ہے اور عقل کی باگ ڈور خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اس لئے نظر خدا ہی پر ہونی چاہئے۔

اس کو ایک مثال سے سمجھئے کہ انسان کا ایک وقت تو ولادت اور پیدائش کا ہے۔ اور ایک وقت بلوغ کا [illegible] ایسی ہے جیسے صبح صادق کے وقت دن شروع ہوتا ہے لیکن صبح صادق کے وقت روشنی برائے نام ہی ہوتی ہے۔ کہ اس کو مشکل سے روشنی کہا جا سکتا ہے ورنہ قریب قریب اندھیرا ہی ہوتا ہے پھر جب آفتاب نکل آتا ہے۔ تب پوری روشنی ہوتی ہے اسی طرح جب انسان پیدا ہوتا ہے تو اس میں تمام قوتیں ودیعت ہوتی ہیں مگر وہ اس قدر ابتدائی حالت میں ہوتی ہیں کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہے ہی نہیں۔ مگر جوں جوں بچہ بڑھتا ہے۔ اس کی صلاحیتیں اور قوتیں بھی ترقی پذیر ہوتی ہیں۔ حتیٰ کہ جب بالغ ہو جاتا ہے۔ تو اس کی عقل اور اس کا شعور کامل ہو جاتا ہے۔ فلاسفر نے لکھا ہے۔ کہ صبح صادق سے لے کر طلوع آفتاب تک آفتاب کو ۱۸ درجات طے کرنا پڑتے ہیں تو شریعت نے بھی بلوغ کی مدت ۱۸ سال مقرر کی ہے۔ اور بعض سرد مقامات میں ۱۹ سال میں بلوغ ہوتا ہے

عقل اور نفس میں فرق

، غرض یہ تو عقل کا فائدہ تھا اور اس کے ضمن میں اور باتیں بھی آگئیں۔ اب ایک اور پہلو پر غور کیجئے۔ یہ کہ خدا تعالیٰ کا قضا و قدر کا کارخانہ عجیب و غریب ہے اور اس کی کنہ اور حقیقت کا سمجھنا محال ہے خدا تعالیٰ نے عقل کے ساتھ ایک اس کا دشمن بھی پیدا فرما دیا۔ اور وہ ہے نفس، جو کہ انسان کو رذیل اور کمینہ باتوں کی طرف رغبت دلاتا ہے، اور گناہوں پر اور لذات پر ابھارتا ہے۔

اس کی مثال ایسی سمجھو کہ جسم انسانی ایک شہر ہے پس جس طرح شہر میں ایک بادشاہ ہو اور ایک اس کی مجلس وزراء امراء ہو اور دوسری طرف کچھ اُس کے مخالف اور باغی لوگ بھی ہوں، سو جسم انسانی میں عقل بمنزلہ بادشاہ کے ہے اور فکر و خیال و قوت اور اکیہ بمنزلہ وزراء کے ہیں۔ اور اعضاء و جوارح بمنزلہ رعایا کے ہیں، اور نفس باغی ہے، جو بادشاہ (عقل) کے مقابلہ پر تلا ہوا ہے اور جوارح کو حرکات رذیلہ اور افعال کمینہ پر آمادہ کرتا ہے سو اگر عقل نے تدبیر سے کام لیا اور نفس کو قید کر کے ڈال دیا کہ اس کے تمام قویٰ کو بے کار کر دیا۔ تو امن رہے گا ورنہ فساد اب نفس مختلف قسم کے ہیں کسی کا نفس تو پھانسی دینے کے قابل ہے اور کسی کا نفس اس قابل ہے کہ اس کو قید و بند میں رکھا جائے۔ اور بعض زجر و توبیخ سے ہی ٹھیک رہ سکتے ہیں غرض

یہ بادشاہ کا کام ہے کہ وہ مناسب حال سزا تجویز کرے۔ جیسے بادشاہ کے لئے سب سے بڑا کام یہ ہے کہ وہ باغیوں اور مفسدوں کی کڑی نگرانی رکھے کہ کوئی سر نہ اٹھا سکے۔ اسی طرح عقل کا بھی سب سے بڑا کام یہ ہے کہ وہ باغیوں اور مفسدوں کی کڑی نگرانی رکھے کہ کوئی سر نہ اٹھا سکے، اسی طرح عقل کا بھی سب سے بڑا کام یہ ہے کہ نفس کی نگرانی کرے اور اس کو ڈھیل نہ دے کہ وہ اس کے خلاف کوئی سازش نہ کر سکے اور رعایا کو بغاوت پر آمادہ کر سکے،

عقل اور نفس کے مزاج میں فرق:- اب یہ سمجھنا چاہیئے کہ عقل کی خواہش اور تقاضا کیا ہے اور نفس کی خواہشات اور اس کے مقتضیات کیا ہیں، سو اس کی تفصیل کا تو وقت نہیں، ہاں اتنا سمجھ لینا چاہیے۔ کہ عقل انسانی مآل کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اور نفس صرف حال کو دیکھتا ہے کہ اس کام کے کرنے میں فی الحال یہ فائدہ ہے اس لئے اس کو کر لینا چاہیے۔ اور عقل اس کے نتیجے اور انجام کو بھی سوچتی ہے کہ اگر اس کام کو کر لیا گیا تو اس کا کیا نتیجہ ہوگا۔ یہ فرق ہے عقل اور نفس کے مزاج میں قرآن مجید میں ہے کہ "وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ" یعنی نیک انجام متقیوں کا ہوتا ہے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ عقل جب کسی چیز کے متعلق غور کرتی اور سوچتی ہے تو اس کے ما لہٗ وما علیہ کو سوچتی ہے اور نفس صرف یہ دیکھتا ہے کہ آیا اس میں منفعت ہے یا نہیں، صرف نفع پر نظر ہوتی ہے، اور انجام سے آنکھیں بند کر لیتا ہے، حدیث شریف میں ہے،

حُبُّ الشَّیْءِ یُعْمِیْ وَیُصِمُّ — کسی چیز کی محبت آدمی کو اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے۔

مطلب یہ کہ عقل کی آنکھیں بند ہو جاتی ہیں، واقعی جب انسان محبت سے مغلوب ہوتا ہے۔ تو عقل ماری جاتی ہے۔ حضرت عباسؓ بڑے دانا اور عقل مند ہیں، فرماتے ہیں کہ جب کسی کام میں تردد ہو، تو عقل سے سوچو، اور عقل جو فیصلہ کرے اس پر عمل کرو، لیکن بعض اوقات عقل بھی کسی معاملے میں فیصلہ نہیں کر پاتی ہے۔ تو اس وقت یہ دیکھو کہ اس کام کو نفس پسند کرتا ہے یا نہیں، اگر نفس پسند کرتا ہے۔ تو سمجھو یہ کام مضر ہے۔ اور اگر نفس پر گراں ہے۔ تو سمجھو کہ یہ کام درست ہے، قرآن مجید میں ہے۔

وَعَسٰۤی اَنْ تَکْرَهُوْا شَیْئًا وَّهُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ — بسا اوقات بعض چیزوں کو تم گراں سمجھتے ہو حالانکہ وہ تمہارے لئے نافع ہیں،

اس پر ایک دوست کا واقعہ یاد آیا کہ وہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ جب کسی معاملے میں تردد پیش آئے تو عورتوں سے مشورہ کر لیا کرو اور پھر اُن کی رائے کے خلاف عمل کرو، بس وہی حق ہوگا اور فرماتے تھے کہ اگر کسی شق پر عورتیں متفق ہو جاتی ہیں تو مجھے اس کے خلاف پر شرح صدر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ عورتیں ناقص العقل اور نفسانی خواہشات سے مغلوب ہوتی ہیں، اور جس پر ناقصات العقل متفق ہوں گی۔ وہ شئی ضرور گڑبڑ ہوگی۔ تیسرا فرق یہ ہے کہ عقل کسی کام کے کرنے یا کسی بات کے قبول کرنے کے لئے تلاش کرتی ہے برہان کو اور دلیل کو، بخلاف نفس کے، کہ وہ لذت اور شہوت کو تلاش کرتا ہے۔ چوتھا فرق یہ ہے کہ نفس کا تعلق اور رشتہ شیطان سے ہے۔ نفس چونکہ شیطان کا جڑواں بھائی ہے۔ اس لئے ہمیشہ شیطان کے بتائے ہوئے راستے پر لیجاتا ہے۔ اور عقل صحیح راہ کی رہنمائی کرتی ہے۔ اور پانچواں فرق یہ ہے۔ کہ عقل انسان کو نور اور روشنی کی طرف لے جاتی ہے۔ اور نفس ظلمت اور اندھیروں کی طرف دھکیل دیتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے،

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ — اللہ سرپرست ہے ایمان والوں کا ان کو اندھیروں سے نور

الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ۔ کی طرف نکالتا ہے۔ اور کافروں کا دوست شیطان ہے جو ان کو نور سے اندھیروں کی طرف لے جاتا ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام نور کی طرف لیجاتے ہیں اور شیطان اور نفس ظلمت اور تاریکی کی طرف۔ عقل سلیم کا تقاضا یہ ہے کہ انسان انبیاء کرام کا اتباع کرے۔ اس لئے انسان کو چاہئے کہ عقل کو حاکم بنا کر رکھے اور نفس کو مغلوب اور تابع بنا کر رکھے ورنہ ہلاکت کا باعث ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عقل کو بھی پیدا کیا۔ اور نفس اور شیطان کو بھی۔ دُنیا میں نیکی بھی پیدا کی اور بدی بھی چنانچہ ارشاد ہوا۔

وَمِنْ كُلِّ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ　　یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا جوڑا (مد مقابل) پیدا کیا۔

سو پیدا کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ تم نفس کے کہنے پر چلو۔ اور اس کا اتباع کرنا شروع کر دو جیسے کہ پیشاب بھی پیدا کیا اور گلاب بھی۔ مگر کوئی شخص بھی گلاب پر پیشاب کو ترجیح نہ دے گا۔ ہاں ہندو قوم کا یہ مذہب ہے کہ گائے کا پیشاب متبرک ہے اور زمزم کا پانی ان کی نظر میں ناپاک اور نجس، اور گائے کا پیشاب متبرک اور پاک، سو اس بدعقلی کا کوئی علاج ہی نہیں اور دُنیا میں ضدین کو اس لئے پیدا کیا۔ کہ یہ دُنیا دارالامتحان ہے۔ دیکھنا ہے کہ کون نفس و شیطان کی راہ پر چلتا ہے اور کون انبیاء علیہم السلام کی راہ پر، سو عقل کے مقتضیٰ پر چلنے سے دین و دُنیا کی کامیابی ہے۔ اور نفس کے کہنے پر چلنے سے دونوں کی بربادی۔

آخر میں یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ عقل کے اس بیان کرنے سے ہرگز یہ مقصود نہیں کہ مجھے عاقل ہونے کا دعویٰ ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جیسا کہ بعض علماء نے لکھا ہے، کہ عقل سے بڑھ کر کوئی شئے حسین و جمیل نہیں، اور عقل کا جمال لوگوں کی نگاہوں سے مستور ہے، اگر نظر آجائے تو سب کو چھوڑ کر دیوانہ وار اس کے پیچھے ہو جائیں اسی طرح نفس کی بدشکلی اور بدصورتی لوگوں سے مستور ہے۔ ورنہ اس سے کوسوں دور بھاگیں۔ سو حضرات جیسے کوئی بدشکل اور بدصورت انسان کسی حسین و جمیل اور ماہ رو کی تعریف میں رطب اللسان ہو، سو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس شخص کو اپنے حسن و جمال کا دعویٰ ہے بلکہ وجہ یہ ہے۔ کہ وہ اس کے جمال پر عاشق ہے۔ اسی طرح ہم کو عقل کے ساتھ عشق ہے۔ اس لئے اس کے مناقب بیان کر رہے ہیں، ورنہ عاقل ہونے کا دعویٰ نہیں، اب حق تعالیٰ سے دُعا کیجئے کہ خدا تعالیٰ ہم کو عقل سلیم عطا فرمائے اور عقل کے مقتضیات پر چلنے کی اور انبیاء کرام علیہم السلام کے اتباع کی توفیق بخشے، آمین یا رب العالمین برحمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین، برحمتک یا ارحم الراحمین۔

عقل کا منصب اور مقام

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ۭ
حاکمیت صرف اللہ ہی کے لئے، اس نے حکم دیا ہے۔ کہ اس کے سوا کسی کی عبادت مت کرو،

اس بیان کا اصل مقصد آج بیان کرنا ہے، اور وہ یہ کہ عقل کا مرتبہ اور مقام کیا ہے؟ سو اس کا اجمالی جواب سُن لیجئے

وہ یہ ہے کہ عقل عالم ہے حاکم نہیں مطلب اس کا یہ ہے، کہ عقل کا کام یہ ہے، کہ جو احکام خدا تعالیٰ کی طرف سے آئیں اُن کو سمجھے اور ان کا ادراک کرے اور پھر ان پر چلے۔ اور یہ منصب عقل کا نہیں کہ وہ یہ حکم کرے کہ فلاں کام کرو اور فلاں کام مت کرو، حکم دینا اس کا منصب نہیں، بلکہ حکم کی تعمیل کرنا اس کا منصب ہے۔ یہ اجمالاً عرض کر دیا ہے اب مجھے اسی کی تشریح کرنا ہے۔

آج کل یہ فتنہ عام پھیلا ہوا ہے۔ کہ اگر کسی کے سامنے ہم شریعت کا کوئی حکم بیان کرتے ہیں، تو نہایت بے باکی سے بے دھڑک ہو کر کہہ دیتے ہیں کہ ہماری عقل میں نہیں آتا۔ اگر اس کے جواب میں اُن سے کہا جاتا ہے کہ بھائی یہ خدا کا حکم ہے خواہ سمجھ میں آئے یا نہ آئے، مگر مان لو۔ تو وہ اس پہ کہتے ہیں کہ آخر خدا تعالےٰ نے ہم کو عقل جو دی ہے۔ وہ اس لئے تو دی کہ ہم اس سے کام لیں۔ ورنہ عقل بیکار ہو گی۔ سو اس کے جواب کی تفصیل غور سے سنئے اور سمجھئے، کیونکہ یہ فتنہ بہت سخت ہے۔ سو میں پہلے عقل کی تعریف میں بتا چکا ہوں۔ کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے ایک ظاہری آنکھ بنائی ہے۔ جس سے انسان دیکھتا ہے۔ اسی طرح ایک دل کی اور باطن کی آنکھ بنائی ہے، جس سے نیک و بد کا امتیاز کرتا ہے۔ اور یہی باطنی آنکھ عقل ہے۔ تو یہ مشاہدہ ہے کہ جس طرح ظاہری آنکھیں انسانوں کی مختلف اور متفاوت ہیں یعنی کسی کی نگاہ دور بین ہے۔ کسی کی قریب بین ہے، کوئی کانا ہے کوئی بھینگا ہے۔ اسی طرح عقل بھی لوگوں کی مختلف ہے۔ اور جب عقلیں مختلف اور متفاوت ہیں، یعنی کوئی شخص زیادہ عاقل ہے اور کوئی کم عاقل ہے تو اب آپ کا یہ کہنا تو درست ہے، کہ خدا تعالیٰ نے ہم کو عقل دی ہے۔ بیشک خدا تعالےٰ نے آپ کو عقل دی ہے مگر سوال یہ ہے کہ پہلے یہ دیکھ لیجئے کہ آپ کی عقل بالکل صحیح ہے یا بیمار ہے، کیونکہ جس طرح دیکھنا اسی شخص کا حجت ہے جس کی بینائی ٹھیک اور صحیح و سالم ہے۔ اسی طرح عقل بھی اسی شخص کی حجت ہے کہ جس کی عقل بیماریوں اور آلائشوں سے پاک ہے۔

اس کو ایک مثال سے سمجھ لیجئے کہ جیسے اُنتیس کا چاند ہے۔ کہ قوی البصر لوگوں کو تو نظر آ جاتا ہے۔ مگر جس شخص کی نگاہ کمزور ہو اور اُس کو بوجہ اپنی نگاہ کی کمزوری کے چاند نظر نہ آیا اور وہ یوں کہنے لگے کہ چونکہ مجھ کو چاند نظر نہیں آیا۔ اس لئے میں نہیں مانتا کہ چاند ہوا ہے۔ تو اس سے یہی کہا جائے گا کہ تیری بینائی ہی کمزور ہے۔ اس لئے تجھ کو چاند نظر نہیں آیا۔ اسی طرح اگر خدا تعالیٰ کا کوئی حکم آپ کی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ تو وہ آپ کی عقل کا قصور ہے۔ نور کا قصور نہیں اور یہ تو خدا کے احکام ہیں دُنیا کے حکام کی طرف سے اگر کوئی حکم جاری کیا جائے۔ تو آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ میری سمجھ میں چونکہ یہ حکم نہیں آیا۔ اس لئے میں اس کو نہیں مانتا اس کے جواب میں یہی کہا جائے گا کہ خواہ آپ کی سمجھ میں آوے یا نہ آوے۔ آپ کو ماننا پڑے گا۔ اور اگر آپ نے وہاں یہ تقریر کرنی شروع کی کہ صاحب آخر خدا نے ہم کو عقل دی ہے تو کیا یہ بیکار ہے، ہم کو اس سے کام لینا چاہیئے۔ تو پھر سیدھے جیل میں بھیج دیئے جائیں گے۔ اور دُنیا کے احکام میں تو یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی شخص رعایا میں حاکم سے زیادہ عقلمند فہیم اور زیادہ تعلیم یافتہ ہو مگر اس کے باوجود حکم حاکم ہی کا معتبر ہو گا۔ تو جب حکام مجازی کے احکام میں مجال انکار نہیں، تو خدائی احکام میں اس کی کہاں گنجائش ہو سکتی ہے۔ جھک مار کر ماننا پڑے گا اور عمل کرنا پڑے گا۔ اور میری ان باتوں سے یہ نہ سمجھئے۔ کہ میں زبردستی آپ سے یہ کہہ رہا ہوں، اور بلا وجہ جذبات کی رو میں یہ باتیں کر رہا ہوں، بلکہ مطلب یہ ہے، کہ آخر

سوچیئے اور سمجھیئے کہ اگر ہر شخص کی عقل کو معیار مان لیا جائے اور ہر شخص اس بات کا مدعی ہو کہ جو کچھ میری سمجھ میں اور میری عقل میں آوے گا، وہ قابلِ عمل ہے، اور اس کے علاوہ سب خلافِ عقل ہے، تو دنیا کا کارخانہ نہیں چل سکتا۔ اس لئے کہ اسی دنیا میں ایک گروہ ایسا ہے، کہ جو خدا کی وحدانیت کا قائل ہے، اور ایک گروہ ہے کہ وہ سرے سے خدا کا انکار ہی کرتا ہے اور ایک گروہ ہے کہ جو تین خداؤں کا قائل ہے، حتیٰ کہ ایک گروہ ۳۳ خداؤں کا قائل اور ماننے والا ہے۔ اب اگر یہ سب باطل پرست یہ کہیں کہ صاحب ہماری عقل میں تو یہی صحیح ہے۔ تو آپ کیا کہیں گے۔ اور کیسے تمام اضداد اور نقائض کو صحیح مان لیں گے۔ پس اگر ہر شخص کی عقل حجت ہو، تو دنیا میں اجتماعِ نقیضین لازم آئے گا، جو تمام عقلاء کے نزدیک محال ہے اور اگر ہر شخص کی عقل حجت ہے تو پھر دنیا میں کوئی لڑائی جھگڑا ہی نہ ہو، اس وقت دنیا کی دو سب سے بڑی طاقتیں یعنی روس اور امریکہ ہیں اور دونوں عقل اور سمجھ کے مدعی ہیں، مگر دیکھیئے ان میں کتنا اختلاف ہے کہ ایک دوسرے کا دشمن بنا ہوا ہے یہ حال تو ان قوموں کا ہے۔ جو عقل کے مدعی ہیں اور دنیا بھی ان کی عقل کے آگے سر جھکائے ہوئے ہے۔ پھر بھی کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ دونوں کی عقل حجت ہے۔ پھر آخر کس کی عقل کو حجت قرار دیا جائے؟ آخر کار اس بات کو ماننا پڑے گا کہ ہر عقل حجت نہیں پس ہر عاقل کو یہ کہنے کا بھی حق نہیں کہ میری عقل میں نہیں آتا۔ اس لئے اب یہ سوچنا اور غور کرنا چاہیئے کہ کونسی عقل حجت اور معتبر ہے اور کونسی غیر معتبر۔

پہلی بات تو یہ ہوئی کہ دنیا میں عقول مختلف ہیں، دوسری بات یہ ہے کہ خدا نے ہم کو عقل دی اور اس کے ساتھ ایک قدرت دی جس کے ذریعے سے ہم وہ کام کر لیتے ہیں، جو ہماری عقل میں آتا ہے، تیسری بات یہ ہے، کہ خدا نے انسان کے ساتھ نفس اور شہوتوں کو بھی پیدا کیا۔ چوتھے انسان کے ساتھ وہم کو پیدا کیا۔ اب عقل جن کاموں کے کرنے کو کہتی ہے، نفس اس سے انکار کرتا ہے اور مانتا نہیں۔ اور نفس جن باتوں کو چاہتا ہے ان کو عقل قبول نہیں کرتی۔ عقل کو ایک کشمکش تو نفس کے ساتھ ہے۔ دوسری کشمکش اس کو وہم کے ساتھ ہے، مثال کے طور پر اگر کسی تنہا مکان میں ایک مُردہ پڑا ہوا ہو۔ تو انسان اس کے پاس رات کے وقت نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ وہم یہ کہتا ہے کہ ممکن ہے کہ آدھی رات کو یہ اٹھ کر مجھے لپٹ جائے، اور عقل کہتی ہے کہ یہ مُردہ ہے۔ بیجان ہے، اس سے نہیں ڈرنا چاہیئے، مگر وہم برابر اس کا مقابلہ کرتا رہتا ہے۔ اب آدمی حیران ہے کہ کیا کروں پھر اس کے ساتھ ایک قوّتِ غضبیہ بھی پیدا کی گئی یعنی غصہ کی قوت، جب کوئی بات انسان کے منشا اور اس کی مرضی کے خلاف ہو، تو فوراً وہ مرنے اور مارنے کو تیار ہو جاتا ہے، سو ایک کشمکش عقل کو اس قوتِ غضبیہ کے ساتھ ہے، پھر یہ بھی ظاہر ہے، کہ دنیا میں انسانوں کی حاجتیں اور ضرورتیں ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہیں، اور ان میں انسان ہمیشہ اپنے ہی فائدہ کا پہلو تلاش کرتا ہے، حالانکہ عقل کا تقاضہ یہ ہے کہ انصاف سے کام لیا جائے۔ اور سب کی ضرورتوں کی رعایت کی جائے۔ مثال کے طور پر ایک مکان ہے۔ اور اس کے دس آدمی طالب ہیں، تو ہر شخص یہی چاہتا ہے، کہ مجھے مل جائے اور اس کو دوسروں کی ضرورت کا کوئی پاس نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ انسان میں ایک اور جذبہ ہے، اور وہ یہ ہے کہ میں کسی سے مغلوب ہو کر اور دب کر نہ رہوں بلکہ سب سے بلند و بالا رہوں۔ اب ان حالات میں انسان حیران و ششدر رہ جاتا ہے۔ اور کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا کہ کس کی عقل کو معیار بنائے، سو شریعتِ مقدسہ نے اس کا فیصلہ فرمایا۔ اور بتایا کہ کونسی عقل معیار ہے، ارشاد ہے

الّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ "یعنی مگر وہ شخص کہ جو عقل سلیم رکھتا ہو" اس سے معلوم ہوا کہ معیار وہ عقل ہے جو کہ سلیم ہو اور تندرست ہو اور تندرست کا مطلب یہ ہے کہ نفسانی خواہشوں سے پاک ہو اور ان کا شائبہ بھی اس میں نہ رہا ہو اور جو عقل نفسانی خواہشوں سے ملوث ہو، وہ کچھ رہنمائی نہیں کر سکتی، غور کرنے سے معلوم ہو گا۔ کہ انسانوں کی عقلیں اول تو مختلف ہیں کہ کوئی کیسی ہے کوئی کیسی ہے دوسرے یہ کہ عقلیں بیمار ہیں، کچھ نہ کچھ روگ ضرور لگا ہوا نظر آتا ہے۔ ان حالات میں ضرورت ہے ایک ایسی عقل کی کہ جو بالکل تندرست ہو اور جو نفسانی خواہشوں سے بالکل پاک ہو اور وہ انبیاء علیہم السلام کی عقل ہے جن کے بارے میں ارشاد ہے

"مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی - "یعنی وہ کوئی کلام خواہش نفسانی سے نہیں فرماتے"

اور ایک جگہ حضرت داؤد علیہ السلام کے واقعہ میں ہے۔

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْھَوٰی فَیُضِلَّکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ط

اے داؤد بیشک ہم نے تم کو زمین پر حاکم بنایا ہے سو لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے رہنا اور نفسانی خواہش کا اتباع مت کرنا۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تم کو خدا کے راستے سے بھٹکا دے

اس سے معلوم ہوا کہ ہوائے نفسانی گمراہی کا سرچشمہ ہے، حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ کہ انسان کی گمراہی کے دو سبب ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ انسان غلط علم اور غلط عقل کی وجہ سے گمراہی کا راستہ اختیار کرے۔ اور ایک یہ کہ نفس سے مغلوب ہو کر غلط راستہ پر چل رہا ہے۔ یعنی صحیح راستہ معلوم ہے اور عقل اور علم اس کو صحیح رہنمائی کر رہے ہیں مگر نفسانی خواہشات میں گھرا ہوا ہے کہ کبھی صحیح راہ چلتا ہے، پھر گر پڑتا ہے۔ سو پہلی قسم کے جو لوگ ہیں یعنی کافر اور مشرک ان کا حال تو یہ ہے کہ جس قدر بھی چلیں گے اور دوڑیں گے۔ اتنا ہی راستے سے دور ہوتے چلے جائیں گے۔ اور کبھی بھی منزل مقصود پر نہ پہنچ سکیں گے، اور دوسری قسم کے لوگ یعنی گنہگار مسلمان۔ یہ گرتے پڑتے کبھی نہ کبھی منزل پر پہنچ ہی جائیں گے،

غرض یہ ہے کہ خواہش نفسانی وہ چیز ہے، جو انسان کو خدا کے راستے سے اور صراط مستقیم سے ہٹاتی ہے اس لئے رہنمائی کے قابل اور اتباع کے قابل وہی عقل ہو سکتی ہے، جو یکسر خواہش نفسانی سے پاک ہو اور یہ عقل خدا تعالے نے انبیاء کرام علیہم السلام کو عطا فرمائی۔

اب یہ سمجھئے کہ عقل کامل اور تندرست کی پہچان کیا ہے۔ کیونکہ ہر شخص آج کل عقل کا مدعی بنا پھرتا ہے۔ اور کوئی احمق سے احمق انسان بھی اپنے کو بیوقوف ماننے کو تیار نہیں۔ بلکہ اگر کسی کو بے عقل کہہ دیا جائے تو وہ لڑنے اور مرنے مارنے کو تیار ہو جاتا ہے حالانکہ یہ لڑنا ہی بے وقوف ہونے کی کافی دلیل ہے، اس کو ایک مثال سے سمجھ لیجئے، یہ عقل جو خدا تعالیٰ نے انسان میں پیدا کی ہے یہ نظر تو آتی نہیں حتیٰ کہ کوئی شخص اگر اپنے دل کو چیر کر بھی اس کو تلاش کرنے تو نہ ملے گی لیکن عقل کے آثار تو نظر آتے ہیں، اس لئے جس شخص کی حرکات و سکنات شائستہ ہیں وہ عاقل ہے ورنہ دیوانہ اور پاگل ہے، سو اب اس معیار کو لے کر انبیاء علیہم السلام کی عقل کو دیکھئے تو ان حضرات کی شان یہ ہے کہ ان کی زبان سے جو لفظ نکلتا ہے تو سولہ آنے سچ اور

حق کے کچھ نہیں ہوتا۔ حتیٰ کہ اگر کوئی پیش گوئی فرماتے ہیں، تو وہ بھی حرف بحرف ضرور پوری ہوتی ہے، اس کے علاوہ مخلوق نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا کہ ان حضرات کے اخلاق بھی اعلیٰ درجے کے ہوتے ہیں کہ اخلاق کا اس سے اونچا مقام کوئی تصوّر میں نہیں آسکتا۔ اور پھر اس کے علاوہ خدا تعالیٰ نے ان حضرات کے ہاتھوں میں اپنی قدرت کے عجیب عجیب کرشمے ظاہر فرمائے، حتیٰ کہ مادرزاد اندھے صرف ہاتھ پھیرنے سے بینا ہو گئے۔ جن کو معجزات کہتے ہیں، غرض کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو اس شان سے پیدا کیا۔ اور ان میں ایسی امتیازی خصوصیات عطا فرمائیں کہ ان کے بارے میں مخلوق کے ذہن نشین دو باتیں ہو جائیں، اوّل یہ کہ یہ حضرات نفسانی خواہشوں سے بالکل بالاتر اور نفسانی شہوتوں سے بالکل پاک ہیں، دوسرے یہ کہ لوگ یہ سمجھ لیں کہ ان کو خدا تعالیٰ سے خاص تقرب حاصل ہے۔ اور ان کا خدا تعالیٰ سے ایک خصوصی تعلق ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ ان کے آگے جھک گئے، اور مخلوق کی گردنیں ان کی عظمتوں کے سامنے خم ہو گئیں، اور انبیاء علیہم السلام کی شان یہ ہے کہ ان ہی کی ہدایت سے تمام کی اصلاح ہوتی ہے

عقل کا نور حق تعالیٰ کی طرف سے چلا اور اس کا پَرتو سب سے پہلے انبیاء علیہم السلام پر پڑا۔ اور انبیاء السلام کی عقل کا پَرتو زمین پر پڑا۔ گویا یوں سمجھئے کہ عقل کا سرچشمہ آفتاب ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام بمنزلہ چاند کے ہیں، اور فلاسفہ کے ہاں یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ

نُوْرُ الْقَمَرِ مُسْتَفَادٌ مِنْ نُوْرِ الشَّمْسِ چاند کا نور آفتاب کے نور سے مستفاد ہے

حضرات انبیاء کا نورِ عقل، نورِ خداوندی سے مستفاد ہے۔ اور باقی عالم بمنزلہ زمین کے ہے۔

وہب بن منبہ رضؓ فرماتے ہیں۔ کہ خدا نے جتنی عقل تمام عالم کو تقسیم کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل اس سب سے برتر اور بالا ہے اور دلیل اس کی قرآن و حدیث ہے کہ اس میں غور کر کے دیکھ لو کہ حضور پُر نور جو شریعت لے کر آئے کہ اس میں کیسی کیسی حکمت اور علم کی باتیں ہیں کہ عقل انسانی حیران ہے۔ جس کے سامنے تمام حکماء کی حکمتیں بے حقیقت ہیں

لوگوں نے آج کل عقل کا بڑا شور مچا رکھا ہے۔ اور ہر شخص اپنے کو دُنیا کا سب سے بڑا عاقل خیال کرتا ہے۔ اور اپنے سامنے کسی کی کوئی حقیقت ہی نہیں سمجھتا۔ خصوصاً اگر کسی نے دو چار ڈگریاں حاصل کر لیں، تو اس کو تو گویا عاقل ہونے کی سند مل گئی، تو حضرات ذرا اپنی عقل کا امتحان کرائیے اور یاد رکھئے کہ عقل دعووں سے نہیں ملتی۔ بلکہ عاقل وہ ہے کہ جس کے سامنے عقلاء کی گردنیں جھک جائیں، جیسے عالم وہ ہے کہ جس کے آگے علماء کی گردنیں سرنگوں ہو جائیں، مثلاً کوئی شخص دعویٰ کرے کہ میں طبیب ہوں تو اب کیسے معلوم ہو کہ یہ شخص صحیح کہہ رہا ہے یا غلط، تو جیسے اس کو پرکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ لوگ جو اس کے مطب میں جاتے ہیں اگر وہ شفایاب ہو کر آتے ہیں تو وہ طبیب ہے، ورنہ نہیں، اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ میں مطب کھولا۔ اب جو بُت پرست اور مشرک آپ کی خدمت میں جا رہا ہے وہ پکا موحد اور خدا پرست ہو کر نکل رہا ہے۔ اور فقط اتنا ہی نہیں کہ مریض مرض سے شفایاب ہو کر واپس آرہا ہے، بلکہ مریض وہاں سے طبیب بن کر نکلتا ہے پھر بھی اگر کسی کو اس کے طبیب ہونے میں شک ہے، تو سمجھ لو کہ وہ عقل و دانش سے کورا ہے

حضرات اگر کسی کو اپنی بیماریوں اور اپنے باطنی امراض اور روحانی روگ کا علاج کرانا ہے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سر جھکا دے ورنہ اپنی نابینائی اور مرض پر راضی رہے مریض اپنا علاج نہیں کر سکتا۔ اب دُعا کرو کہ خدا تعالیٰ ہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل اتباع نصیب فرمائے اور ہمارے دل میں نور عطا فرمائے۔ آمین